AL-'ULŪM ISSN: 2709-3484 (Print) | 2709-3492 (Online)
(January-June) 2022, 3:1(47-64)

ہندومذہب کا نظریۂ معاد و آخرت

Hinduism's Concept of Resurrection and Hereafter

Muhammad Ahmad Naeemi (Ph.D)* Muhammad Tayyeb Nadeem (Ph.D) **[1]
* Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Hamdard University, New Delhi (India).
** Associate Profeossr, Department of Sciences & Humanities, National University of Computer & Emerging Sciences, Islamabad (Pakistan).

Keywords:
Hinduism,
resurrection,
Hereafter,
incarnation,
creation story.

Abstract: This research paper analytically explores Hinduism's Doctrine of Resurrection and Belief in the Hereafter using the primary sources of Hinduism along with diagnostic interpretations. According to Hinduism, the world begins with creation through Brahma, training and upbringing by Vishnu through repeated incarnations, guidance and education. Furthermore, it ends with death through Shiva and its works repeatedly. It is also important to point out here that in every world or in every age, training and organization takes place through different and numerous incarnations of Vishnu. Therefore, no incarnation can be the last or the first, because before each incarnation there have been incarnations in different YUGS. With next step, new incarnation will be required next incarnations for next YOGS. Therefore, an avatar can be first or last only in the sense that it is the first or last incarnation of a particular YUG. Moreover, this endless series has always been and always will be. In short, the doctrine of reincarnation is an important part of Hinduism. After consulting primary sources, it seems that such beliefs may have been invented by Hindu sages and Acharyas to alleviate their doubts and intellectual anxieties, but it has led to many evils. This article explores critical views to understand the doctrine of resurrection.

Naeemi, M. A. and Nadeem, M. T. (2022). Hinduism's Concept of Resurrection and Hereafter *Al-'Ulūm Journal of Islamic Studies*,3(1)

[1]. Corresponding author Email: tayyeb.nadeem@nu.edu.pk

C

Content from this work is copyrighted by *Al-'Ulūm* Journal of Islamic Studies, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

ہر مذہب کا ایک نظریہ معاد یا عقیدۂ آخرت ہوتا ہے۔ نظریۂ معاد یا عقیدۂ آخرت کے بغیر کسی مذہب کو مکمل نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس لیے کہ اس کا تعلق مستقبل اور انجام سے ہوتا ہے اگر نظریۂ معاد نہ ہو تو وہ ماضی تک محدود ہو کر رہ جائے گا۔ اسلام کا نظریۂ معاد یا عقیدۂ آخرت قیامت کے عقیدے کے ساتھ منسلک ہے اور ہندو مذہب کا عقیدۂ معاد یگوں یعنی ادوار کے نظریئے کے ساتھ وابستہ ہے۔

ہندو مذہب کے نظریۂ معاد یا عقیدۂ آخرت کے مطابق دنیا کی ابتدا برہما کے ذریعے تخلیق سے ہوتی ہے ،تربیت وپرورش وِشنو کے ذریعے بار بار اوتار لے کر ہدایت اور تعلیم سے ہوتی ہے اور پھر اختتام شِو کے ذریعے ہلاکت سے ہوتا ہے اور پھر برہما کے ذریعے نئی تخلیق ،وشنو کے ذریعے ایک مدت معینہ تک تربیت وپرورش اور تنظیم اور شو کے ذریعے اختتام اور پھر برہما کے ذریعے نئی خلقت وجود میں آتی ہے۔ یہاں یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ ہر دنیا یا ہر یگ اور ہر زمانے میں تربیت اور تنظیم وشنو کے مختلف اور متعدد اوتاروں کے ذریعے ہوتی ہے۔ لہذا کوئی اوتار بھی آخری یا پہلا نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر اوتار سے پہلے بھی مختلف یگوں اور زمانوں میں اوتار ہوتے رہے ہیں اور ہر اوتار کے بعد بھی آئندہ یگوں میں اوتار ہوتے رہیں گے۔ اس لیے کوئی اوتار پہلا یا آخری صرف اسی معنٰی میں ہو سکتا ہے کہ وہ کسی خاص یگ کا پہلا یا آخری اوتار ہے۔ اور یہ لامتناہی سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ اس طرح ہندو عقیدے کے مطابق نہ کوئی تخلیق آخری ہے نہ کوئی دنیا یعنی زمانۂ تربیت و تنظیم آخری ہے اور نہ کوئی قیامت آخری۔ کیونکہ تخلیق، تربیت اور اختتام کا یہ سلسلہ ازلی اور ابدی ہے۔ اس طرح نہ کوئی تخلیق پہلی ہے نہ کوئی دنیا پہلی کہ جس سے پہلے کوئی دنیا نہ رہی ہو۔ اور نہ کوئی قیامت پہلی ہے کہ جس سے پہلے کوئی قیامت نہ ہوئی ہو۔[1]

ہندو دھرم میں زمانۂ تخلیق یا کائنات کی پیائش کیلئے برہما کا ایک دن معیار یا کسوٹی مانا گیا ہے۔ برہما کا ایک دن ایک ہزار مہایگوں (YUG) یعنی تینتالیس کروڑ بیس لاکھ سال تک قائم رہتا ہے۔ اس کے بعد کائنات کا خاتمہ ہونے کی رات کا آغاز ہوتا ہے اس کو پرلے یعنی قیامت کہتے ہیں۔ دنیا کی قیامت کا یہ سلسلہ ازلی ہے جو ہمیشہ سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ اس طرح کائنات کا یقینی طور پر فیصلہ نہیں ہو سکتا یعنی ایسا نہیں کہا جاسکتا ہے کہ کائنات کا آغاز فلاں وقت میں ہوا تھا کیونکہ جو وقت اس کے لیے متعین کیا جائے گا وہی مشکوک اور مشتبہ ہو گا۔ اس لئے کہ اس سے قبل بھی وقت کا تصور کیا جاسکتا ہے اور تب یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کچھ نہیں رہنے سے یعنی زیرو سے دنیا کی پیدائش کا تصور ہم نہیں کر سکتے ہیں۔ اس لئے کائنات کے سلسلے کو ازلی مانتے ہیں۔ موجودہ کائنات یا دنیا کے پہلے بہت سی دنیا اور کائنات ہوئی ہیں اور مختلف قیامتیں بھی واقع ہوئی ہیں یعنی موجودہ کائنات کا آغاز مختلف کائنات اور قیامت کے بعد ہوا ہے چونکہ کائنات اور قیامت کا سلسلہ ازلی ہے اس لیے ازلی کائنات کا وقت متعین کرنا بالکل بے کار ہے۔[2]

1- سید ارتضیٰ حسین، **مذاہب عالم اور ظہور موعود** (نئی دہلی: مرآۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ۳۶۔

2- ڈاکٹر ستیش چندر اُپادھیائے، ڈاکٹر دھیریندر موہن دت، **بھارتی درشن پُستک بھنڈار** (پٹنہ: ہندی سنسکرت س ن)، ۱۵۔

خلاصہ یہ کہ بحیثیت مجموعی ہندوستانی فلسفے نے وقت کو غیر مختتم اور دائمی طور پر مختلف حصوں یا مرحلوں میں گزرتے ہوئے تصور کیا ہے۔ وقت کا ایک چکر مکمل ہونے پر دنیا نیست ونابود ہو جاتی ہے اور تمام ارواح معطل ہستی میں سما جاتی ہیں اور کچھ دیر ستانے یا وقفہ لینے کے بعد دنیا دوبارہ شروع ہوتی ہے اور وہ نیا جسم اختیار کرتی ہے۔[3]

ہندو دھرم میں یُگ یا زمانے کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے (۱) سَت یُگ (۲) تریتا یُگ (۳) دواپر یُگ (۴) کلیُگ۔ اس وقت کلیُگ چل رہا ہے جو ان چاروں میں سب سے چھوٹا ہے جس کی مدت چار لاکھ بتیس ہزار انسانی سال ہے اور تین ہزار ایک سو دو سال قبل مسیح کی ۱۳ فروری کو اس کی شروعات ہوئی۔ دواپر کلیُگ کا دوگنا ہے جس کی مقدار آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار انسانی سال ہے۔ تریتا کلیُگ کا تین گنا ہے جس کی میعاد بارہ لاکھ چھیانوے ہزار انسانی سال ہے۔ اور سَت یُگ کلیُگ سے چار گنا ہے جس کی مدت سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار ہے۔ اور ان چار یُگوں سے مل کر ایک مہا یُگ بنتا ہے جس کی مدت تینتالیس لاکھ بیس ہزار انسانی سال ہے۔[4] ایک ہزار مہا یُگ مل کر برہما کے ایک دن یا ایک رات یعنی تینتالیس کروڑ بیس لاکھ انسانی سال کے برابر ہوتے ہیں یعنی دو ہزار مہا یُگوں کا زمانہ جسے کلپ کہتے ہیں برہما کے ایک دن اور ایک رات یعنی چھیاسی کروڑ چالیس لاکھ انسانی سال کے برابر ہے۔[5]

ہندو دھرم کے عقیدۂ معاد اور آخرت کا حلول و تناسخ یا آواگمن اور اس سے موکش یا مکتی (نجات) سے بہت ہی بنیادی اور گہرا تعلق ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان ہی امور اور اعمال پر ہندو دھرم کے عقیدۂ معاد اور آخرت کا انحصار ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ پہلے تناسخ یا آواگمن اور موکش یا نجات کے فلسفے کا ایک مختصر تحقیقی جائزہ لیا جائے۔

تناسخ یا آواگمن

دنیا کے ہر مذہب اور اس کے متبعین کا ایک خصوصی شعار ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کو دوسرے مذاہب و ملل سے ممتاز جانا جاتا ہے۔ مثلاً مسلمانوں کا شعار کلمۂ شہادت، عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث اور یہودیوں کا یوم سبت کی تقدیس ہے۔ اسی طرح تناسخ ہندو دھرم کا خصوصی شعار ہے۔ اس کو آواگمن کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ تناسخ و حلول یا آواگمن ہندو دھرم کا ایسا عقیدہ ہے جو تمام ہندوؤں میں مشترکہ طور پر مسلم ہے۔ جس کا معنیٰ ہے کہ انسان فوت ہونے کے بعد ایک دوسری شکل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اس عقیدہ کی بنیاد یہ ہے کہ ہندوؤں کا ماننا ہے کہ روحوں کی تعداد لاتعداد ہے اور خدا نئی روح پیدا نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے نزدیک یہ بھی ازلی و ابدی ہے۔ اس

۳- لیوس مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، اردو ترجمہ، سعدیہ جواد، یاسر جواد (لاہور: المطبعۃ العربیۃ، ۲۰۰۳)، ۱۷۸۔

4 - وامن شورام وآپٹے، **سنسکرت ہندی کوش** (دہلی: موتیلال بنارسی داس، ۱۹۹۷ء)۔

5 - **بھگوت گیتا**، باب: ۱۸، شلوک: ۱۷۔

وجہ سے ہر روح کو اس کے گناہ کی وجہ سے آواگمن کے چکر میں ڈال رکھا ہے اور ہر گناہ کے بدلے میں روح ایک لاکھ چوراسی ہزار مختلف شکلوں میں جنم لیتی ہے۔یعنی ان کے نزدیک دنیا میں حیوانات، نباتات، جمادات، دنیا میں اختلاف اور انسانوں کا مرض اور تکلیف و پریشانی میں مبتلا ہونا سب گزشتہ گناہوں کی وجہ سے ہے۔ گویا اعمالِ بد کا پھل پانے کے لیے بھی دوسرا جنم ہوتا ہے۔[6]

انھوں نے ہندوستان کی قدیم قوم دراوڑوں کو تناسخ و حلول کا قائل و معتقد پایا تو وہ بھی اس پر ایمان لے آئے اور اس طرح ان میں بھی یہ عقیدہ راسخ ہو گیا کہ موت کے بعد ایک نئی دنیاوی اور زمینی زندگی کی شروعات ہوتی ہے، جس میں انسان کو اپنے گزشتہ جنم کے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اگر گزشتہ جنم میں نیک اعمال کیے ہوں گے تو تو آئندہ جنم بہتر و اچھی شکل میں ہو گا اور اگر اعمالِ بد کیے ہوں گے تو بد سے بدتر روپ میں جنم ہو گا۔ اور وہ کسی چوپائے، پرندے، درخت، پھل اور پھول وغیرہ کے روپ میں بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ اعلیٰ ذات کا برہمن بھی بن سکتا ہے اور کتا، سور اور گدھ وغیرہ بھی ہو سکتا ہے۔[7]

چنانچہ ویوگ ہری اپنی کتاب "ہندو دھرم" میں لکھتے ہیں:

> "ہمارے رشیوں اور آچاریوں نے بتایا ہے کہ ہر ایک جاندار اپنے اعمال کے مطابق دوبارہ جنم لیتا ہے اور ویسا ہی پھل بھوگتا ہے۔ گزشتہ جنم کے اعمال کا پھل اس جنم میں اور اس جنم کے کرموں کا پھل آئندہ جنم میں بھوگنا پڑ سکتا ہے۔ اس نظام سے شک کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور نیک کام کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ ایسی ترغیب کہ دوبارہ جنم کے بندھن سے آزادی مل جائے یا پھر اپنے اعمال کے اچھے پھل ملیں۔ یہ ضروری نہیں کہ انسان موت کے بعد انسان کے روپ میں ہی دوبارہ جنم لے گا بلکہ لاکھوں شرمگاہوں میں سے کسی بھی شرمگاہ میں جنم لیا جا سکتا ہے۔ یہ اس کے اعمال پر منحصر ہے۔"[8]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ویدک عہد میں یہ عقیدہ نہیں تھا تو پھر بعد میں یہ عقیدہ کیسے وجود میں آیا؟ اور اس کے پس منظر میں کیا عوامل کار فرما تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چند ایسے اعتراضات تھے جو ان کے ذہنوں کو پریشان رکھتے تھے جس کا تسلی بخش جواب انھیں عقیدۂ تناسخ و حلول میں نظر آیا۔ وہ مشاہدہ کرتے کہ ایک انسان عزت و عیش کی زندگی بسر کر رہا ہے اور دوسرا شخص انتہائی مصائب و آلام اور غربت و افلاس کی زندگی بسر کر رہا ہے، تو کوئی دوسری طرح کی تکالیف میں گرفتار ہے۔ اس کی وہ کوئی توجیہ و توضیح نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے انھوں نے اس عقیدے کو اپنا کر اپنے ذہنی شکوک و شبہات اور فکری تشویش کا حل و مداوا کیا۔ چنانچہ ویوگ ہری کہتے ہیں:

---

6 - **منوا سمرتی**، ادھیائے ۱۲، اشلوک ۱۶، ۲۵ -۲۶۔ (ادھیائے سنسکرت میں باب اور اشلوک اس باب کا ایک منظوم کہلاتا ہے)۔

7 - **نفس مصدر**، اشلوک ۵۳ – ۶۴۔

8 - ویوگ ہری، **ہندو دھرم** (نئی دہلی: ستا ساہتیہ منڈل، ۲۰۰۱ء)، ۵۵ -۵۶۔

"کبھی کبھی کہا جاتا ہے کہ کام تو ہم اچھے کرتے ہیں، پھر بھی برے پھل بھوگنے پڑتے ہیں اور طرح طرح کی تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہیں اس کے برعکس بھی دیکھنے میں آتا ہے۔ برے کام کرنے پر بھی کچھ لوگ اچھے پھل بھوگتے ہیں۔ یہ صاف طور پر تضاد کی بات ہے۔ لیکن اس سے عمل کے اصول میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمارے رشیوں نے بتایا ہے کہ ہر ایک جاندار اپنے اعمال کے مطابق دوبارہ جنم لیتا ہے اور ویسا ہی پھل بھوگتا ہے۔"[9]

مختصر یہ کہ عقیدئہ تناسخ و حلول ہندو دھرم کا اہم جز ہے۔ اس عقیدے کی ایجاد و تخلیق ہندو رشیوں اور آچاریوں نے بھلے ہی اپنے ذہنی شکوک و شبہات اور فکری تشویش کے ازالے کے لیے کی ہو لیکن اس سے بہت سی خرابیاں معرضِ وجود میں آئی ہیں۔ مثلاً: اسی عقیدے نے ہندوؤں میں "تقدیر پرستی" کا مرض پیدا کیا ہے کیونکہ جب یہ بات طے شدہ ہے کہ انسان کی تقدیر و نصیب اس کے گزشتہ جنم کے اعمال سے متعین ہوگی اور کسی بھی طرح وہ تبدیل نہیں ہوسکتی تو پھر وہ کس طرح بہادر، حوصلہ مند اور نیک و پارسا انسان کا کردار ادا کرسکتا ہے؟ اس عقیدے سے رحم و ہمدردی کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ جب ہم کسی کو اذیت ناک تکلیف میں گرفتار دیکھیں گے تو دل میں یہ خیال ضرور آئے گا کہ اس نے لازمی طور پر گزشتہ جنم میں اعمالِ بد کیے ہوں گے، جن کی یہ سزا پا رہا ہے۔ اور پھر اس کی مدد کرنے کا جذبہ بیدار نہیں ہوگا۔ اس عقیدے سے انسان گناہ کے ارتکاب میں دلیر و بے باک ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہی انجام ہوگا کہ مجھے آئندہ جنم میں جانور بنادیا جائے گا۔ اور یہ میرے لیے اور بہتر ہے کہ جانوروں کو کوئی فکر و غم نہیں ہوتا۔ اس عقیدے سے خدا کا بلا جرم بتلائے ہوئے سزا دینا لازم آئے گا۔ جس سے معاذ اللہ خدا بے انصاف ثابت ہوتا ہے۔ اور اس عقیدے سے یہ بھی دل میں وسوسہ پیدا ہوگا کہ شاید خدا خود چاہتا ہے کہ لوگ برے کام کرکے بری یونی (شرم گاہ) میں جنم لیتے رہیں تاکہ استعمالی جانوروں میں کمی واقع نہ ہو۔

مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ سائنس کی رو سے بھی یہ عقیدہ باطل ہے۔ کیونکہ سائنس نے یہ ثابت کردیا ہے کہ انسان کی پیدائش سے کروڑوں سال پہلے دنیا میں صرف جمادات، نباتات اور حیوانات ہی آباد تھے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حیوانات اور نباتات وغیرہ انسانی اعمال کے نتائج نہیں۔ کیونکہ یہ ضروری و لازمی چیز ہے کہ نسل انسانی سے پہلے نباتات اور حیوانات موجود ہوں۔ اگر ان اشیا کی موجودگی سے قبل انسان پیدا ہوتا تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا اور جب انسان نہ تھا تو اعمال بھی نہ تھے۔ لہٰذا حیوانات اور نباتات انسانی اعمال کا نتیجہ ہرگز نہیں۔[10]

موکش یا مکتی (نجات)

---

9 - نفس مصدر، ۵۵۔

10 - پروفیسر غلام رسول، **مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ** (لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۶ء)، ۲۰۔

ہندو دھرم کے عقیدۂ معاد اور آخرت کا بنیادی مسئلہ تناسخ یا آوا گمن کے ختم نہ ہونے والے چکر سے نجات و مکتی پانا ہے۔یعنی کسی طرح بار بار نئے روپ میں جنم لینے کے چکر سے نجات و آزادی مل جائے۔ ہندوؤں کے تمام فرقے اس بارے میں متفق نظر آتے ہیں۔

مختلف ہندو دھرم شاستروں اور دھرم گروؤں کے نزدیک اس کے حصول کے تین طریقے ہیں:(۱) راہِ عمل (۲) راہِ علم (۳) راہِ ریاضت۔ سبھی ہندو فرقے ان تینوں کی اہمیت و افادیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنے پیرو کاروں پر ان کی اتباع و پیروی ضروری جانتے ہیں۔ راہِ عمل(Karama marga) پر سب سے پہلے زمانے میں زور دیا گیا۔ پھر راہِ علم (Janana marga) کو عروج ملا اور سب سے آخر میں راہِ ریاضت (Baakti marga) کو ترقی و اہمیت حاصل ہوئی، یہاں تک کہ یہ اول الذکر دونوں طریقوں پر غالب آگئی۔ ہندو دھرم میں نجات کے ان تینوں طریقوں کا کیا مطلب و کیا مفہوم ہے؟اس کو ہم بطورِ اختصار علیحدہ علیحدہ بیان کریں گے۔

راہِ عمل (Karma Marga)

راہِ عمل کو قربانی یا بلی بھی کہا جاتا ہے۔ اور قربانی یا بلی کا تصور ہندو دھرم میں زمانۂ قدیم سے محبوب رہا ہے۔ یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس سے انسان دیوتاؤں کے قریب ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے عمل کا راستہ ویدوں نے بتایا اور برہمن، کلپ سوتر اور میمانسہ میں اس کی وضاحت و تشریح اور تدوین ہوئی اور پھر مہابھارت اور پرانوں نے اس کو عام شہرت و مقبولیت عطا کی۔ مختصر یہ کہ عمل ایک ایسا طریقہ ہے جس سے انسان دیوتاؤں کے قریب ہو جاتا ہے۔ ویدوں کا مطالعہ، انسانوں کی خدمت اور قربانی عمل کے راستے ہیں۔ قربانی کا تصور ہندو دھرم میں کثرت سے ہے اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا عمل ایسا نہیں ہے، جو دیوتاؤں کو خوش کرے اور نجات و مکتی کو ممکن بنائے۔ اس عمل کے پس منظر میں یہ فلسفہ کارفرما ہے کہ جب خالقِ کائنات کی طاقت و قوت عملِ تخلیق سے کمزور پڑ جاتی ہے تو دیوتا قربانی کے ذریعے اس کمزوری کو دور کرتے ہیں۔ قربانی ہی وہ ذریعہ ہے جس سے دیوتا خوش ہو کر انسانوں پر مہربان ہو جاتے ہیں اور دنیا و آخرت کی برکتیں و نعمتیں عطا کرتے ہیں۔ جتنا قربانی میں خلوص ہو گا اتنا ہی دیوتا خوشی سے سرفراز کریں گے۔ گویا کہ قربانی ہی وہ فعل ہے جس سے دنیا و آخرت کی برکات میسر آتی ہیں۔

قربانیاں مختلف اقسام کی ہیں(۱) فرض و مقررہ(۲) فرض اور غیر مقررہ اور(۳) تیسرے اختیاری اس کے علاوہ خانگی و گھریلو قربانیاں بھی ہیں جن کو گرھیا کہتے ہیں اور جن کا تعلق افراد سے ہے۔ ویدوں کے زمانے میں جو قربانیاں دی جاتی تھیں وہ جانوروں، پھلوں، دودھ اور روٹیوں پر مشتمل ہوتی تھیں لیکن جانوروں کی قربانی مذہبی رسوم سے ختم ہو گئی اور اسمرتی کے پیرو کار صرف وہی قربانی ادا کرتے تھے جس میں خون نہیں بہایا جاتا تھا۔

عمل کے تعین و تقرر کے لیے معاشرہ کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا اور ہر قسم یعنی ہر ذات و نسل کے لیے علاحدہ علاحدہ عمل مقرر کیے گئے۔ جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں تحریر کر چکے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ذاتی و طبقاتی نظام اور ان کے

اعمال و فرائض کی بناء پر طے کیا گیا کہ برہمن کی نجات حصول علم میں ہے، چھتری کی مکتی بہادری کے کارنامے دکھانے میں، ویش کی آزادی کثرت سے غلہ پیدا کرنے اور محنت کرنے میں اور شودر کی صرف اور صرف اعلیٰ ذاتوں کی خدمت کرنے میں نجات ہے۔ یعنی راہِ عمل (Karama marga) سے مراد یہ ہے کہ نتائج سے بے پرواہ ہو کر انسان دیوتاؤں کے نام کی قربانیاں کرے، چاروں ذاتوں کے لوگ اپنے اپنے فرائض بے غرض اور بے لوث ہو کر انجام دیں۔ اس طرح آخر میں نجات سے بہرہ ور ہوں گے۔[11]

علاوہ ازیں ہندو دھرم میں جو عبادات پائی جاتی ہیں، بنیادی طور پر ان کی تین اقسام ہیں (۱) جسمانی عبادات جیسے وِرت و اُپواس، صبح، دوپہر اور شام کی پوجا، جاپ اور دھرم یدھ وغیرہ (۲) مالی عبادت جیسے دان، دکھشنا، بلی، قربانی و یگ وغیرہ (۳) مالی و جسمانی عبادت جیسے تیرتھ یاترا وغیرہ۔ مذکورہ بالا جملہ عبادات و اعمال راہِ عمل کے دائرے میں آتے ہیں۔ اور یہ سبھی اعمال اسی مقصد اور اسی نیت سے ادا کئے جاتے ہیں کہ ہندو مذہبی کتب میں ان کی تعمیل و تکمیل پر گناہوں کی معافی، سورگ کی خوشخبری اور بار بار کے پیدا ہونے اور مرنے کے چکر سے نجات کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ یگ وہون کی اہمیت کے متعلق منواسمرتی میں کہا گیا ہے کہ جو اعمال نجس اور افعال قبیح کے مرتکب ہوتے ہیں وہ عبادت و ریاضت سے گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں اور خیالات، الفاظ یا جسم سے جو گناہ ہوئے رہتے ہیں وہ تپ (ریاضت) سے جل جاتے ہیں۔[12]

ورت اور اُپواس کی فضیلت کے بابت منواسمرتی میں ہے کہ "صاف دل ہو کر دل اور حواس کو قابو میں رکھ کر ۱۲ دن اُپواس کرنے کو پراک ورت کہتے ہیں جو کہ سبھی پاپوں کا خاتمہ کرنے والا ہے۔ مہا دھرم گرو آچاریہ دیول نے ورتوں کا نظام پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ ورتوں، اپواسوں ، اصولوں اور جسم کو تکلیف دینے سے پاپوں سے چھٹکارا ملتا ہے۔[13]

دان اور خیرات کی برکت کے متعلق رگوید (۱۰-۱۰۷-۸) میں مذکور ہے کہ سخی لوگ اَمر ہو جاتے ہیں وہ نہ تو برباد ہوتے ہیں اور نہ رنج و غم اور خوف سے ستائے ہوتے ہیں۔ دان اَن داتاؤں کو اِس دنیا اور سورگ کی آسائشیں عطا کرتا ہے۔[14] منواسمرتی میں ہے کہ کسی کے طلب کرنے پر جو کچھ ہو سکے اس کو محبت کے ساتھ دینا چاہیے، کیوں کہ سخی انسان کے پاس کسی دن ایسا حقدار بھی آ جائے گا جو سب پاپوں سے اُس کو نجات دلا دے گا۔ منو

-11 ڈاکٹر تاراچند، **اسلام کا ہندو تہذیب پر اثر** (دہلی: آزاد کتاب گھر، ۱۹۶۶)، ۲۶۔

-12 **منواسمرتی**، ادھیائے ۱۱، اشلوک ۲۳۹ –۲۴۱۔

-13 ڈاکٹر پانڈورنگ وامن کانڑے، **دھرم شاستر کا اتہاس** (لکھنؤ: اترپردیش ہندی سنستھان، ۲۰۰۳ء)، ۴: ۲۰۔

-14 **رگ وید**، منڈل ۱۰، سوکت ۱۰۷، منتر ۸۔

اسمرتی میں لکھا ہے کہ جو داتا عزت سے سوالی کو دان دیتا ہے اور سوالی یا حقدار عزت سے اُس دان کو قبول کرتا ہے وہ دونوں سورگ کو جاتے ہیں اور اس کے برعکس حقارت سے دان دینے والا اور لینے والا دونوں نرک میں جاتے ہیں۔[15]

مختلف مبارک اور عظیم مذہبی زیارت گاہوں کی تیرتھ یاترا کے بارے میں تعریف و توصیف کرتے ہوئے گوتم دھرم سوتر (۱۹۔۱۴) میں کہا گیا ہے کہ وہ مقام جو مقدس ہیں اور پاپ دور کرنے والے ہیں وہ ہیں پہاڑ، ندیاں، پاک تالاب تیرتھ استھل، رشیوں کے مکان، گوشالہ اور مندر۔ مہابھارت ون پرو میں مذکور ہے کہ جو مرد یا عورت ایک بار بھی پاک پشکر میں غسل کرتا ہے وہ جنم سے کئے گئے پاپوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔[16]

گنگا کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے وِشنو پران میں بتایا گیا ہے کہ جب اس کا نام سنا جاتا ہے، جب کوئی اس کے درشن کی تمنا کرتا ہے، جب یہ دیکھی جاتی ہے یا اس کو چھوا جاتا ہے یا جب اِس کا جل (پانی) حاصل کیا جاتا ہے یا جب کوئی اِس میں غوطہ لگاتا ہے یا جب اس کا نام لیا جاتا ہے (یا اس کی تعریف کی جاتی ہے) تو گنگا روز بروز جانداروں کو پاک کرتی ہے۔ جب ہزاروں میل دور رہنے والے لوگ گنگا کا نام لیتے ہیں تو تین جنموں کے سارے پاپ ختم ہو جاتے ہیں۔ متسیہ پران میں لکھا ہے گنگا میں پہنچنا سب جگہوں میں آسان ہے۔ صرف گنگا دوار پریاگ اور وہاں جہاں یہ سمندر میں ملتی ہے، پہنچنا کٹھن ہے، جو لوگ یہاں اسنان کرتے ہیں سورگ جاتے ہیں اور جو لوگ یہاں مرتے ہیں وہ دوبارہ جنم نہیں پاتے۔ متسیہ پران میں کاشی سے متعلق وارد ہے کہ کاشی میں قیام کر لینے سے نہ صرف انسان برہمن قتل کے گناہ عظیم سے نجات پا جاتا ہے بلکہ وہ پیدائش اور موت کے نہ ختم ہونے والے چکر سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے اور دوبارہ جنم نہیں لیتا۔ ہزاروں جنموں کے یوگ سادھن کے بعد یوگ حاصل ہوتا ہے لیکن کاشی میں موت ہونے سے اسی زندگی میں اعلیٰ نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ پاپی، بدکار اور بد مذہب انسان بھی پاپ مکت ہو جاتا ہے اور وہ اوِی مکت میں داخل ہوتا ہے۔

متھرا کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے وراہ پران میں کہا گیا ہے وِشنو کہتے ہیں کہ اس زمین یا آسمان یا پاتال دنیا میں کوئی ایسا مقام نہیں ہے جو متھرا کے برابر مجھے پیارا ہو۔ متھرا میرا مشہور علاقہ ہے اور نجات دہندہ ہے۔ اس سے بڑھ کر مجھے کوئی دوسرا مقام نہیں لگتا۔ پُشکر میں بھی اہم تالاب ہیں، جس کی برکت ظاہر کرتے ہوئے مہابھارت میں تذکرہ کیا گیا ہے کہ جو عورت یا مرد ایک بار بھی پاک پُشکر میں اسنان کرتا ہے وہ جنم سے کئے گئے پاپوں سے نجات پا جاتا ہے۔ گیا کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے جو لوگ سفید یا کالی دو ندیوں کے متصل مقام پر غسل کرتے ہیں وہ سورگ کو جاتے ہیں۔ جو بہادر لوگ وہاں اپنا جسم قربان کرتے ہیں (ڈوب کر مر جاتے ہیں) وہ نجات پاتے ہیں۔ پریاگ کے سلسلے میں مشہور ہندو دھرم کے محقق ڈاکٹر پانڈورنگ وامن کانٹرے نے متسیہ پران اور کورم پُران

---

15 - **منو اسمرتی**، ادھیائے ۴، اشلوک ۲۳۵۔

16 - **مہابھارت ون پرو**، ۸۲، ۳۳ - ۳۴۔

کے حوالہ سے لکھا ہے کہ پریاگ کے درشن، نام لینے یا اس کی مٹی لگانے سے ہی انسان پاپوں سے صاف ہو جاتا ہے۔ یہ پرجاپتی کا مبارک مقام ہے جو یہاں اِسنان کرتے ہیں وہ سورگ جاتے ہیں اور جو یہاں مر جاتے ہیں وہ دوبارہ جنم نہیں لیتے۔[17]

راہِ علم (Janana Marga)

ویدوں اور برہمنوں نے راہِ عمل پر جب بہت زور دیا اور آواگمن اور عمل کے نظریات نے جنم لیا تو ہندو محققین و مفکرین نے یہ محسوس کیا کہ صرف راہِ عمل اختیار کرنے سے صحیح معنیٰ میں نجات نہیں مل سکتی۔ نیز راہِ عمل یعنی قربانی کی وجہ سے سماج میں برہمنوں کو بہت زیادہ اہمیت و فوقیت حاصل ہو گئی تھی، انسانی سماج و معاشرہ میں بے چینی و انتشار پھیل گیا تھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر ہندو محققین و مفکرین نے راہِ علم اور راہِ ریاضت کے راستے اختیار کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ راہ علم کا سرچشمہ اپنشدوں کو قرار دیا اور یہ ضابطہ متعین کیا کہ انسان صرف لاعلمی و جہل کی وجہ سے عمل کے جال میں نہ پھنسا رہے، بلکہ وہ علم اور معرفت بھی حاصل کرے۔ اس طریقۂ فکر کی بنیاد یہ قرار پائی کہ انسان کے مصائب و تکالیف کا باعث جہالت ہے اور جہالت کو علم کے نور و روشنی سے رفع کیا جاسکتا ہے۔ علم کا مطلب یہ ہے کہ انسان اولین یا ابتدائی روح سے جدا نہیں ہے بلکہ اس کا ایک حصہ ہے۔ انسان اور روح کا تعلق دریا اور سمندر کی طرح ہے جس طرح دریا اپنی منزل طے کرکے سمندر میں فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسانی ذات بھی آخر کار برہمن آتما (اعلیٰ روح) میں مِل جاتی ہے اور اس طرح وحدت الوجود کا علم "علم الیقین" ہے اور نجات کا باعث ہے۔

راہِ علم کا بنیادی تصور یا فکر جو آج بھی ہندوستان میں موثر ہے وہ آتمن (روح) کا برہما (روح کل) سے وحدت و اتصال ہے۔ برہما واحد، منفرد، بے مثال، قائم بالذات اور ازلی و ابدی ہے، وہ ناقابلِ تغیر و تبدل ہے اس لیے وہ مختلف حصوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔[18] ہندو دھرم شاستروں نے علم و معرفت کے حصول کے لیے انسان کی معیاری عمر ۱۰۰ سال متعین کی ہے اور ان کو زندگی کے چار مدارج یا مراحل میں تقسیم کیا ہے، جس کو ورن آشرم کہتے ہیں۔ جس کو ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔ گویا کہ راہِ علم سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی روح کو روح کل یا روح اعلیٰ میں جذب کر دے اور زندگی کے چاروں مدارج کے اصول و احکام کی تعمیل و تکمیل کا فریضہ انجام دے تبھی وہ حقیقی نجات سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

17 - ڈاکٹر پانڈورنگ، **ڈاکٹر پانڈورنگ، دھرم شاستر کا اتہاس**، ۳: ۱۳۲۷۔

18 - پروفیسر محمد اکرم رانا، **بین الاقوامی مذاہب** (نئی دہلی: اریب پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء)، ۴۱۔

راہِ ریاضت (Bhakti Marga)

بھکتی کا مطلب یہ ہے کہ خود کو ایک شخصی دیوتا کے ساتھ منسوب کرنا یعنی محبت کے جذبے کے ساتھ ایک شخصی دیوتا کی پوجا کرنا، ایک شخصی خدا پر ذاتی ایمان اور عقیدہ رکھنا، اس سے حد درجہ محبت کرنا، جیسی انسان سے ہوتی ہے اور ہر شے کو اس کی خدمت کے لیے وقف کر دینا اور اس ذریعہ سے موکش و نجات حاصل کرنا نہ کہ اعمال یا قربانی یا علم سے، ایسی محبت جو آقا کی صفات کا علم حاصل کرنے کے بعد قابلِ پرستش ہستی پر مرکوز ہو جائے۔[19]

راہ ریاضت کا تعلق جذبات سے ہے اور اس کی بنیادیں شعورِ انسانی کے احساساتی پہلو میں جلوہ گر ہیں جیسا کہ راہِ علم کی جڑیں ذہنی حصہ میں اور راہِ عمل کی جڑیں قوتِ ارادی کے حصے میں موجود ہیں۔ بھکتی کا مرجع وماخذ وید ہی ہیں۔ ابتداء میں راہِ ریاضت پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی لیکن بعد میں راہِ ریاضت نے اول الذکر دونوں طریقوں یا راہوں پر امتیازی فوقیت حاصل کر لی اور یہ طریقہ مقبول و مشہور ہو گیا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ علم حاصل کرنا ہر انسان کے بس میں نہیں لہٰذا جوگی اور سنیاسی اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ راہِ ریاضت کی فکر و مزاج توحید پرستی ہے، جس کی بنیاد بھگوت گیتا ہے، جس میں کرشن مہاراج تعلیم دیتے ہیں:

> ہمہ تن عقیدت سے ہی خدا کو پا سکتے ہیں۔ عقیدت مند خدا ہی کی ہستی میں رہتے اور جیتے ہیں۔ عقیدت سے ہی خدا کو دیکھا اور پہچانا جا سکتا ہے اور اس سے یکجائی ہو سکتی ہے۔ عقیدت کا مطلب تمام اعمال کو اسی سے منسوب کرنا ہے۔ عقیدت ہی عارفانہ رویت اور حالتِ وحدت کے حصول کا ذریعہ ہے، عقیدت مند خدا کا محبوب ہے۔[20]

اِن اشلوکوں سے صاف ظاہر ہے کہ راہِ ریاضت کے مطابق لازمی ہے کہ ایک شخصی خدا ہو اور اس سے کامل محبت و عقیدت کا اظہار کیا جائے، اس کے سہارے زندگی گزار دی جائے اور خود کو اس کی ذات میں پیوست سمجھا جائے۔ اس مرحلے سے گزرنے کے بعد انسان نجات سے سرفراز ہو گا۔ مختصر یہ کہ ہندو دھرم کے مطابق انسان کی زندگی کا اہم مقصد نجات و آزادی ہے۔ دیگر دھرم گرنتھوں کے ساتھ اس کو گیتا میں بہت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، جیسے:

> ایشور سے متعلق عمل و ریاضت میں محو ہو کر جو شخص "اوم" لفظ کا ورد کرتے ہوئے ایشور کا دھیان کرتا ہے اور اپنے جسم کو چھوڑتا ہے تو وہ شخص یقینی طور پر اعلیٰ مقام یعنی روحانی دنیا کو پاتا ہے۔ اے ارجن! جو شخص صرف میری یاد میں مستغرق ہو کر ہمیشہ مجھ اعلیٰ و حق کا ذکر کرتا ہے، اس عابد کے لیے میں سہل الحصول ہوں۔ یعنی اس کو میں بہت آسانی سے مل جاتا ہوں۔ مجھے حاصل کر کے اعلیٰ مرتبے والے لوگ جو عابد و زاہد اور یوگی ہیں کبھی بھی تکالیف و مصائب سے معمور اس عارضی و فانی دنیا میں نہیں آتے، کیونکہ ان کو عظیم کامیابی حاصل

---

19 - ڈاکٹر تاراچند، **اسلام کا ہندو تہذیب پر اثر** (دہلی: آزاد کتاب گھر، ۱۹۶۶ء)، ۴۸۔

20 - **نفس مصدر**، ادھیائے ۱۲، اشلوک ۱۴۔

ہو چکی ہوتی ہے۔اس دنیا میں عالمِ بالا یعنی جنت سے لے کر عالمِ اسفل یعنی جہنم تک تمام عالم مصائب و تکالیف کا گھر ہیں۔ جہاں جنم اور موت کا چکر لگا رہتا ہے لیکن جو مجھ ایشور کے مقام کو حاصل کر لیتا ہے وہ پھر دوبارہ کبھی جنم نہیں لیتا۔[21]

ہندو دھرم میں سورگ(جنت)اور نرک(دوزخ)کا تصور

عقیدۂ تناسخ یا آواگمن پر عقیدہ رکھنے کے باوجود ہندو لوگ جنت اور دوزخ کے بھی قائل ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ عالم تین ہیں(۱) عالَمِ اعلیٰ (۲) عالَمِ اوسط اور (۳)عالَمِ ادنیٰ یا اسفل۔عالَمِ اعلیٰ کو سفر لوک یعنی جنت کہتے ہیں۔اور عالم اوسط یہ دنیا ہے جس میں اب ہم زندگی گزار رہے ہیں اور عالَمِ ادنیٰ یا اسفل کو ناگ لوک یعنی سانپوں کے جمع ہونے کی جگہ (دوزخ)اور اس کو نزالوک،نرک اور پاتال بھی کہتے ہیں۔اور وشنو پران میں ہے کہ جہنم ایک نہیں بلکہ ان کی تعداد اٹھاسی ہزار ہے اور ہر گناہ اور پاپ کے مرتکب کو سزا دینے کے لیے ان ہزاروں جہنموں میں سے ایک جہنم مخصوص ہے۔[22] قدیم ہندو مذہبی کتب میں سورگ اور نرک کے بارے میں جو تعلیمات،احکامات اور امور بیان کئے گئے ہیں ان کا ہم سورگ اور نرک عناوین کے تحت علیحدہ علیحدہ جائزہ لیں گے تاکہ اس تعلق سے قدیم ہندو دھرم کا جو موقف اور نظریہ ہے وہ بالکل واضح ہو جائے۔

سورگ

ہندو علماو مفکرین کے مطابق سورگ (جنت)وہ لطف و سرور یا عیش و آرام کا مقام ہے جو مصائب وآلام سے پاک ہے۔ کبھی تکلیف سے متصف نہیں ہوتا،خواہش کرنے والے کے لئے موجود ہو جاتا ہے اور وہی سورگ لفظ سے جانا جاتا ہے۔سورگ کہاں واقع ہے؟اس تعلق سے کہا گیا ہے کہ سورگ زمین سے اوپر اور نرک زمین کے نیچے ہے۔ قدیم جیوتش گرنتھوں میں بھی سورگ زمین سے ہزاروں یوجن اوپر مانا گیا ہے۔اور اس کی وسعت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ سورگ اڑتالیس ہزار یوجن (ایک یوجن برابر آٹھ میل) اونچا، سولھا یوجن نیچا اور تین گنا لمبائی چوڑائی میں ہے۔[23]

نرک کی بنسبت سورگ کا تذکرہ ہندو مذہبی کتب میں زیادہ تشریح و توضیح کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ ویدوں کے کچھ منتروں میں تین سورگوں کا بیان ملتا ہے۔ مثلاًرگوید میں کہا گیا ہے کہ مہربان، سخی، یا عبادت گذار سورگ میں جاتا ہے،دیووں سے ملتا ہے۔ متر ااور ورون دیوتا دائمی زندگی عطا کرتے ہیں۔ سورگ کی زندگی خوشیوں اور روشنیوں

21- **نفس مصدر**، ادھیائے۸، اشلوک۱۶۔

22 - پیر محمد کرم شاہ ازہری، **ضیاء النبی** (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز،۱۴۲۰ھ)، ۱ : ۱۹۰۔

۲۳ - **ڈاکٹر پانڈورنگ،دھرم شاستر کا اتہاس** ۳: ۱۱۰۵۔

سے معمور ہے اور وہاں کے لوگوں کی سبھی خواہشات پوری ہو جاتی ہیں۔ نیک لوگ فوت ہو کر سورگ میں اپنے یگوں، دان اور خیرات کے کاموں اور اپنے آباؤاجداد سے مل جاتے ہیں۔ اور روشن جسم کے مالک ہو جاتے ہیں۔[24]

جو داتا عزت سے سوالی کو دان دیتا ہے اور سوالی یا حقدار عزت سے اُس دان کو قبول کرتا ہے وہ دونوں سورگ کو جاتے ہیں اور اس کے برعکس حقارت سے دان دینے والا اور لینے والا دونوں نرک میں جاتے ہیں۔ جو لوگ یہاں اسنان کرتے ہیں سورگ جاتے ہیں اور جو لوگ یہاں مرتے ہیں وہ دوبارہ جنم نہیں پاتے۔ اور جو لوگ سفید یا کالی دوندیوں کے متصل مقام پر غسل کرتے ہیں وہ سورگ کو جاتے ہیں۔ جو بہادر لوگ وہاں اپنا جسم قربان کرتے ہیں (ڈوب کر مر جاتے ہیں) وہ نجات پاتے ہیں۔[25]

رگ وید کے علاوہ اتھر وید اور دیگر مذہبی کتب میں بھی سورگ کے متعلق کافی تفصیلی معلومات فراہم ہوتی ہیں اور کثرت سے اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ اتھر وید میں کہا گیا ہے کہ سخی اور خیرات کرنے والا سورگ میں جاتا ہے جہاں کمزور لوگوں کو طاقت ور لوگوں کے لئے ٹیکس نہیں دینا پڑتا ہے۔ سورگ میں رہنے والوں کے لئے بہت سی عورتیں ہوتی ہیں، انہیں کھانے کے لائق پھل اور سبزیاں ملتی ہیں، وہاں گھی کے تالاب، دودھ اور شہد کی ندیاں ہوتی ہیں، شراب پانی کی طرح بہتی رہتی ہے۔ اور وہاں کے ساکنین کے لئے چاروں سمت کمل کے پھولوں سے مزین پانی کے خوبصورت حوض ہوتے ہیں۔ سورگ میں نیک لوگ کیف و سرور اور مسرت و شادمانی پاتے ہیں اور ان کے اجسام بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔[26]

جنگ میں شہید ہونے والے لوگ سورگ میں جاتے ہیں اور سندر عورتوں کی صحبت کا لطف پاتے ہیں۔ سورگ میں نہ خوف و خطرہ ہے اور نہ بڑھاپا۔ وہاں کے رہنے والے بھوک پیاس اور رنج و غم سے بے چین نہیں ہوتے اور انتہائی مسرت و شادمانی کے ماحول میں سیر کیا کرتے ہیں ۔ سورگ کے خوش نصیب رہنے والوں کو خوبصورت پریاں، مالائیں، بہترین لباس، خوشبودار خوشبوئیں، آنکھوں کو خوبصورت بنانے والی جڑی بوٹیاں، کیچڑ سے پاک، سنہرے کمل اور دیگر پھولوں سے مزین حوض حاصل ہوتے ہیں جن کے کناروں پر حسین و جمیل لوگ رہتے ہیں اور خوبصورت پریاں جن کا استقبال کرتی ہیں اور ان کے جسموں میں خوشبودار اور چمکدار اشیا لگاتی ہیں اور وہ قیمتی زیورات و جواہرات زیب تن کرتے ہیں۔[27] مذکورہ بالا حوالہ جات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکباز لوگوں اور شہیدوں کو

۲۴- **رگ وید** ۱-۳۵-۶، ۸-۵-۸، ۱ ۸-۱۴-۹، ۹-۱۱۳-۹، ۹-۱۱۳-۱۰، ۱۱، ۹-۱۱۳-۸، ۱۰-۱۴-۸، ۱۰-۱۵۴-۱، ۳، ۱۰-۱۰۷-۸۔

25 - ڈاکٹر پانڈورنگ، **دھرم شاستر کا اتہاس** ۳: ۱۲۳۶۔

26 - **اتھر وید** ۳-۲۹-۳؛ ۳-۳۴-۲۔

27 - ڈاکٹر پانڈورنگ، **دھرم شاستر کا اتہاس** ۳: ۱۱۰۳۔

سورگ حاصل ہوتا ہے اور اس طرح کے لوگ عمدہ کھانے کی اشیا جیسے گھی، شہد وغیرہ اور سورگ کے عیش و آرام کے حقدار ہوتے ہیں۔

نرک

مہرشی گوتم کا نظریہ ہے کہ نرک وہ خاص مقام ہے جہاں انسان صرف دکھ اور تکالیف پاتا رہتا ہے۔ اور عقیدۂ معاد کے تعلق سے گوتم کا پختہ خیال ہے کہ کچھ نسلوں اور آشرموں کے لوگ اپنے اپنے فرائض اور اعمال پر اعتقاد و یقین کی وجہ سے اس ظاہری زندگی کے بعد اپنے اعمال کی جزا یا سزا پاتے ہیں۔ اور تمام اعمال کے نتائج کے طور پر مخصوص ملک، ذات، خاندان، شکل وصورت، عمر، تعلیم، اخلاق و کردار، مال و دولت، راحت و سکون اور عقل و شعور کی ترقی کے مطابق جسم اختیار کرکے جنم لیتے ہیں۔ اور جو لوگ مذہبی احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ طرح طرح کی جسمانی شکلوں میں جنم لیتے ہیں اور ہلاک ہوتے ہیں۔[28]

اسی طرح آپستنب دھرم سوتر میں کہا گیا ہے کہ اگر انسان اپنے حواس کی لطف اندوزی اور خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے ہی اعمال بجالاتا ہے تو وہ نرک کے لائق ہے۔ اور جب انسان مذہب کے برعکس ہی کام کرتا ہے تو نرک ہی اس کا انجام و مقدر ہے۔ اور خالص اعمال کے نتیجے میں سورگ کا عیش و آرام حاصل ہوتا ہے۔[29] رگوید میں نرک یا جہنم کے بارے میں صاف اور واضح اشارے نہیں ملتے۔ بعض رچاؤں اور منتروں سے اس کی نشاندہی ہوتی ہے مثلاً: رگوید میں ہے:"اے اندر اور سوم شریروں اور بدمعاشوں کو مار کر علیحدہ اندھیرے میں ڈالدو۔ جو کوئی مجھے رات یا دن میں نقصان پہونچانے کی کوشش کرتا ہے اس کو جسم اور اولاد سے محروم کرکے تینوں زمینوں کے نیچے ڈالدو۔ جو لوگ سوم کے احکام کی تعمیل نہ کریں، جن سے سوم نفرت کرے اور غلط نگاہ سے دیکھے انہیں گڑھے میں پھینک دو۔[30] ویدوں کے ان منتروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ رگوید کے رشیوں کا کچھ ایسا یقین تھا کہ زمین کے نیچے کوئی اندھا غار یا گڑھا ہے جہاں دیوتاؤں کے ذریعے گناہ گاروں کو پھینک دیا جاتا ہے۔

رگ وید کے برعکس اتھروید اور دیگر ہندو مذہبی کتب میں نرک کے تعلق سے واضح طور پر تذکرہ ملتا ہے۔ اتھروید کے مطابق جو شخص کسی برہمن کے سامنے تھوکتا ہے یا جو اس پر گھن والی چیز لگاتا ہے وہ خون کی ندی کے درمیان میں بالوں کو دانت سے کاٹتا رہتا ہے۔[31] شت پتھ براہمن میں نرک کی تکلیف اور عذاب کی طرف اشارہ ملتا ہے جیسے جرائم کی وجہ سے لوگ دیگر افراد کے اعضاء جسمانی کو کاٹ ڈالتے ہیں۔ نروکت نے نرک کے سلسلے میں

28- **گوتم دھرم سوتر** ۷-۱۳، ۲۱، ۴-۶۔

29- **آپستنب دھرم سوتر** ۱۔۴۔۱۲۔۱۲، ۳۔۱۔۸۔

30- **رگ وید** ۲۔۲۹۔۶، ۳۔۵۔۵، ۷۔۱۰۴۔۳، ۷۔۱۰۴۔۱۱۔

31- **اتھروید** ۲۔۱۴۔۳؛ **اتھروید** ۵۔۱۹۔۳۔

بعض وید کے منتروں کا ذکر کیا ہے جیسے: اگر عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ غلط سلوک کریں گی تو نرک میں جا سکتی ہیں۔ اور پُتر کو پتر اس لئے کہا ہے کہ وہ پِتا کو پُت نامی نرک (دوزخ) سے بچاتا ہے۔ اسی طرح گوتم نے سچ بولنے والے کو سورگ (جنت) اور جھوٹ بولنے والے کو نرک (جہنم) ملنے کی بات کہی ہے۔ یاگیہ ولکیہ اسمرتی اور منو اسمرتی میں مذکور ہے کہ جو شخص بڑے بڑے گناہوں کے کے لئے مکمل کفارہ ادا نہیں کرتے وہ طرح طرح کی جہنمی سزائیں یا عذاب سہنے کے بعد دوبارہ اس دنیا میں آتے ہیں اور ادنیٰ و ذلیل قسم کے چوپایوں، کیڑے مکوڑوں، گھاس اور پودوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔[32]

وشنو دھرم سوتر میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ پاپی یا گناہ گار جو کفارہ ادا نہیں کرتے اور نہ راجا کے ذریعے سزا پاتے ہیں، نرک میں جاتے ہیں اور چوپایوں، پرندوں اور سانپوں کی شرمگاہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور انسانی شرمگاہ سے پیدا ہونے کی صورت میں جسمانی عیوب و نقائص سے متصف ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر کہا گیا ہے کہ نرک کی تکالیف برداشت کرنے اور چوپایوں، پرندوں اور سانپوں کی شرمگاہ سے پیدا ہونے کے بعد گناہ گار انسانی شرمگاہ سے جنم لیتے ہیں تو گناہوں کو ظاہر کرنے والی علامات سے وابستہ دکھائی دیتے ہیں۔[33]

مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ کفارہ نہ ادا کرنے یا راجا سے سزا نہ ملنے کی صورت میں گناہ گار انسان کو نرک میں جانا پڑتا ہے، اعمالِ بد کے باقیات کی وجہ سے ذلیل شرم گاہوں سے جنم لینا پڑتا ہے اور انسانی شرمگاہ سے پیدا ہونے کے باوجود عیب و نقص سے متصف اور اپاہج وغیرہ ہوتا ہے۔ اگر ہم بات کریں نرک کی اقسام اور تعداد کے متعلق ہندو مذہبی کتابوں میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ ویدانت سوتر میں سات اقسام کے نرک بیان کئے گئے ہیں۔ منو اسمرتی، یاگیہ ولکیہ اسمرتی اور وشنو دھرم سوتر میں اکیس نرکوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ برہم ویورت، پرتی کھنڈ، ادھیائے ۲۹ اور ۳۳ نے ۸۶ نرک کُنڈوں، نارد پران (پورواردھ ۱۵۔۱، ۲۰) نے مختلف نرکوں اور عذاب، پدم پران (اُتر، ادھیائے ۲۲۷) نے ۱۴۰ نرکوں اور بھوشیہ پران (برہم پرو نے ۲۸ نرکوں کا ذکر کیا ہے۔[34]

علاوہ ازیں وشنو پران، اسکند پران، مارکنڈے پران اور مہابھارت میں بھی نرکوں اور سزاؤوں کا تذکرہ ہے۔ اور بعض دھرم گرنتھوں میں چار نرکوں کا ذکر ہے جیسے وِسرپی، اَوِسرپی، وِشادی اور اَوِشادی۔ جو بالترتیب جنوب مشرق، شمال مغرب، جنوب مغرب اور شمال مشرق میں ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندو مذہب کے مطابق نرک کہاں واقع ہے؟ اس تعلق سے پرانوں میں کئی مقامات پر ذکر کیا گیا ہے کہ نرک زمین کے نیچے ہے۔ بھاگوت پران میں بیان کیا گیا ہے کہ نرک زمین کے نیچے تینوں عالموں کے جنوب میں پانی کے اوپر ہے۔ اس کا کوئی سہارا نہیں ہے یعنی معلق

-32 **منو اسمرتی**، ادھیائے ۱۲ اشلوک ۵۴؛ **یاگیہ ولکیہ اسمرتی**، ادھیائے ۳، اشلوک ۲۰۶۔

-33 **وشنو دھرم سوتر** ۲۔۴۳۔۵،۴ ۔

-34 ڈاکٹر پانڈورنگ، **دھرم شاستر کا اتہاس ۳:** ۱۰۹۷، ۱۱۰۱ – ۱۱۰۲۔

ہے۔ اور اس میں اگنشوات نامی فوت شدہ آباؤاجداد کے گروہ رہتے ہیں۔ اسی طرح اگنی پران میں انتہائی واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ نرکوں کے ۲۸ طبقات زمین کے نیچے یہاں تک کہ ساتویں لوک (عالم) پاتال کے نیچے ہے۔[35]

ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق گناہ گار کب تک نرک میں رہے گا؟ اس بابت وشنو دھرم سوتر نے اصول بیان کیا ہے گناہِ عظیم کے مرتکب اور جرائم کے مجرم اگر کفارہ ادا نہیں کرتے ہیں تو وہ بالترتیب ایک کلپ (چھیاسی کروڑ چالیس لاکھ انسانی سال)، ایک منونتر (تیس کروڑ سڑسٹھ لاکھ بیس ہزار انسانی سال)، چار یگوں (بیاسی لاکھ آٹھ ہزار انسانی سال) اور ایک ہزار سالوں تک اکیس نرکوں میں باری باری سے چکر کاٹتے رہتے ہیں اور دوسرے گناہ گار اور زیادہ سالوں تک نرک میں رہتے ہیں۔[36]

مختصر یہ کہ ہندو مذہبی کتب میں نرک کے تعلق سے کافی تفصیلی بحث کی گئی ہے بالخصوص وشنو دھرم سوتر میں نرک کا تفصیلی خاکہ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ ۹ قسم کے گناہوں میں سے کسی ایک کے مرتکب و مجرم کو مرنے کے بعد یمدوت کے راستے میں پہونچنے پر خطرناک سزائیں سہنی پڑتی ہیں۔ ان گناہ گاروں کو موت کے دیوتا کے غلاموں کے ذریعے ادھر ادھر گھسیٹا جاتا ہے، خوفناک نظروں سے گھورا جاتا ہے اور نرک میں ڈال دیا جاتا ہے وہاں وہ کتوں، کووں، بھیانک چڑیوں، سارسوں کے ذریعے اور آگ کے منہ والے سانپوں اور بچھوؤں کے ذریعے کھائے جاتے ہیں، آگ کے ذریعے جھلسائے جاتے ہیں، کانٹوں کے ذریعے چھیدے جاتے ہیں، آریوں کے ذریعے دو حصوں میں چیرے جاتے ہیں، پیاس سے تڑپائے جاتے ہیں اور بھوک سے ستائے جاتے ہیں۔ وہ بھیانک باگھوں کے ذریعے تکلیف پاتے ہیں اور خون، پیپ کی بدبو سے قدم قدم پر بے ہوش ہوتے ہیں۔ دوسرے کے کھانے پینے کی اشیا کا لالچ رکھنے پر وہ ایسے موت کے دیوتا کے غلاموں کے ذریعے پیٹے جاتے ہیں جن کے منہ کووں، خطرناک پرندوں اور سارسوں جیسے بھیانک جانوروں کی طرح ہوتے ہیں۔ کہیں کہیں انہیں تیل میں ابالا جاتا ہے اور کہیں کہیں وہ لوہے کے ٹکڑوں کے ساتھ پیسے جاتے ہیں یا لوہے کی اوکھلی میں کوٹے جاتے ہیں۔

کچھ مقامات پر انہیں اُلٹی اور قئے کی ہوئی اشیا یا خون یا پیشاب، پاخانہ اور بدبودار پیپ اور گودے کی طرح گوشت کھانا پڑتا ہے۔ کہیں کہیں انہیں خوفناک اندھیروں میں رہنا پڑتا ہے اور وہ ایسے کیڑوں کے ذریعے کھائے جاتے ہیں جن کے منہ سے آگ نکلتی رہتی ہے اور کہیں کہیں انہیں ٹھنڈ کا عذاب سہنا پڑتا ہے اور کہیں کہیں انہیں گندی چیزوں میں چلنا پڑتا ہے۔ کہیں کہیں وہ ایک دوسرے کو کھانے لگتے ہیں اور اس طرح وہ خود انتہائی خطرناک اور خوفناک بن جاتے ہیں۔ کہیں کہیں وہ گذشتہ اعمال بد کی وجہ سے پیٹے جاتے ہیں اور کہیں کہیں انہیں پیڑوں وغیرہ سے لٹکا دیا جاتا ہے یا تیروں سے چھید دیا جاتا ہے یا ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ کہیں کہیں انہیں کانٹوں پر چلایا جاتا

---

35 - **نفس مصدر**، ۱۱۰۴۔

36 - **وشنو دھرم سوتر** ۴۶۔ ۲۳،۲۹؛ ڈاکٹر پانڈورنگ، **دھرم شاستر کا اتہاس** ۳: ۱۱۰۵۔

ہے اور سانپوں کے پھنوں سے لپیٹ دیا جاتا ہے اور کہیں کہیں انہیں کو لہو وغیرہ میں پیلا جاتا ہے اور گھٹنوں کے بل گھسیٹا جاتا ہے۔ ان کی پیٹھیں، سر اور گردن توڑ دئے جاتے ہیں۔ دیکھنے میں وہ بہت خوفناک لگتے ہیں۔ ان کے گلے اس طرح پھاڑ دیئے جاتے ہیں جیسے غار ہوں اور وہ درد و تکلیف سہنے میں بے بس ہو جاتے ہیں۔ گناہ گار اس طرح ستائے جاتے ہیں اور آگے چل کر وہ طرح طرح کے چوپایوں کے جسم کی شکل میں دوبارہ جنم لے کر خوفناک تکالیف و مصائب جھیلتے ہیں۔[37]

سورگ یا نرک میں جانے کے بارے میں قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کا موقف یا اصل اصول یہ ہے کہ سورگ کے لطف اور عیش و آرام اور نرک کے عذاب و تکلیف کا خاتمہ ہو جائے گا اور پھر گناہ گار آئندہ کے جنم میں جانور یا پیڑ یا انسان کے روپ میں بیماریوں اور عیوب و نقائص سے متصف اور اپاہج اجسام کے ساتھ دوبارہ جنم لیں گے۔ اسی طرح سورگ کے عیش اور لطف و لذت کے حصول کی ایک حد ہے پھر وہاں سے انسان دوبارہ لوٹ آتا ہے اور انسانی جسم اختیار کرتا ہے۔ یہ اصول دوبارہ آگے بڑھا اور کہا گیا کہ صرف نیک کاموں سے ہی بار بار کی موت اور پیدائش کے چکر سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔[38]

خلاصہ بحث

عقیدہ تناسخ و حلول کے بارے میں ویدوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ویدوں کے دور میں یہ عقیدہ نہیں تھا۔ ابتدا میں ان کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد انسانی روح ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں داخل ہو جاتی ہے پھر مرنے کے بعد اس دوسرے جسم کو چھوڑ کر کسی نئے جسم کو اپنا مسکن بنا لیتی ہے اور یہ سلسلہ دائمی طور پر جاری رہتا ہے۔ بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ جو لوگ گناہ کرتے ہیں انھیں مہادیوتا ورون زمین کے سب سے نچلے حصے میں ایک خوفناک جگہ دوزخ میں ڈال دیتا ہے اور جو لوگ نیکی و پارسائی کی زندگی بسر کرتے ہیں ورون انھیں بہترین جنت میں جگہ عطا کرتا ہے جہاں وہ ہمیشہ راحت و مسرت سے اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ لیکن ویدوں کے عہد کے بعد یا آریوں کے ہندوستان آنے کے بعد ہندوؤں کا یہ عقیدہ ختم ہو گیا۔ انھوں نے ہندوستان کی قدیم قوم دراوڑوں کو تناسخ و حلول کا قائل و معتقد پایا تو وہ بھی اس پر ایمان لے آئے اور اس طرح ان میں بھی یہ عقیدہ راسخ ہو گیا کہ موت کے بعد ایک نئی دنیاوی اور زمینی زندگی کی شروعات ہوتی ہے، جس میں انسان کو اپنے گزشتہ جنم کے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

---

37 - نفس مصدر، ۳: ۱۱۰۴۔

38 - نفس مصدر، ۳: ۱۱۰۳۔

Bibliography

1. *Āpastamba Dharmasūtra* is a Sanskrit text and one of the oldest Dharma-related texts of Hinduism that have survived into the modern age from the 1st-millennium BCE.
2. *Athara Veda* (The Atharva Veda is the "knowledge storehouse of atharvāṇas, the procedures for everyday life". The text is the fourth Veda, and is a late addition to the Vedic scriptures of Hinduism. The language of the Atharvaveda is different from Vedic Sanskrit, preserving pre-Vedic Indo-European archaisms.)
3. Azharī, Karam Shah, Pīr, *Żiā al-Nabī*, Lahore: Żiā al-Qurān Publications, 1420 H.
4. *Bhagavad Geetā* (The Bhagavad Gita, often referred to as the Gita, is a 700-verse Hindu scripture that is part of the epic Mahabharata, dated to the second half of the first millennium BCE and is typical of the Hindu synthesis. It is considered to be one of the Holy Scriptures for Hinduism.)
5. Bharat Ratna Pandurang Vaman Kane, Dr., *Dharam Shāstar kā Ittihās* (Lakhnaw: no publisher, 2003). The History of Dharmaśāstra, with subtitle Ancient and Medieval Religious and Civil Law in India, is a monumental seven-volume work consisting of around 6,500 pages.
6. Chandar Upādhiê, Sataish, Dr., and Mohan Dut, Dharaindar, Dr., *Bhārtī Warshan Pustak, Bhandār* (Patna: Hindī Sansikran, n.d).
7. *Gautama Dharmasūtra* (is a Sanskrit text and likely one of the oldest Hindu Dharmasutras (600-200 BCE), whose manuscripts have survived into the modern age.)
8. Gulam Rasool, Professor, *Madhāhib-i-ʻĀlam kā Taqābulī Mutāla'ah*, Lahore: ʻIlm-u-ʻIrfān Publishers, 2006.
9. Irtaza Hussain, Sayyid, *Madhāhib-i- ʻĀlam aur Zuhūr-i-Maw'ūd,*, New Delhi: Mir'āt Publications, 2002.

10. Lios Mor, *Encyclopedia of World Religions*, Urdu Tran., Saadia Jawwad & Yasir Jawwad, Lahore: al-Mab'at al-'Arabiah, 2003.

11. *Mahābhārata* (is one of the two major Sanskrit epics of ancient India and in Hinduism, the other being the Rāmāyaṇa. It narrates the struggle between two groups of cousins in the Kurukshetra War and the fates of the Kaurava and the Pāṇḍava princes and their successors.)

12. *Mansmṛitī* (also known as the Mānava-Dharmaśāstra or Laws of Manu, is one of the many legal texts and constitution among the many Dharmaśāstras of Hinduism. In ancient India, the sages often wrote their ideas on how society should run in the manuscripts.)

13. Rana, Muhammad Akram, Professor, *Bayn al-Aqwāmī Madhāhib*, New Delhi: Areeb Publications, 2012.

14. *Rig Veda* (The Rigveda is an ancient Indian collection of Vedic Sanskrit hymns. It is one of the four sacred canonical Hindu texts known as the Vedas. Only one Shakha of the many survive today, namely the Śakalya Shakha.)

15. Tārā Chand, Dr., *Islam Kā Hindu Tahdhīb par Athar*, Delhi: Āazād Kitāb Ghar, 1996.

16. Vioug Harie, *Hindu Dharam*, New Delhi: Sastā Sāhtiah Mandal, 2001.

17. *Vishnu Dharma Sutra*, Fairfield, Lowa: Maharishi University of Management, 1991.

18. Wāptê, Wāmin Shorām, *Sansicrat Hindī Kōsh*, Delhi: Mōtī Lāl Banārsī Dās, 1997.